Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:3 (1975)

خُطبۂ حجّۃ الوداع : منشورِ انسانیّت

ضیاء الحق

ذوالحجہ سنہ ۱۰ ہجری مطابق فروری ۶۳۲ء میں ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے مبارک موقعہ پر جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا اس کو خطبۃ الوداع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس خطبے کو اسلامی تاریخ اور اسلامی ادب میں ایک نہایت ممتاز مقام حاصل ہے۔ اس خطبہ کی تفصیلات سیرت، تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ اس مضمون میں ہم اس خطبے کا اختصار کے ساتھ جائزہ لے کر یہ معلوم کریں گے کہ یہ خطبہ ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے کیا اساسی اصول اور ضوابط فراہم کرتا ہے۔ وہ کون سے بڑے معاشرتی اصول ہیں جو اس خطبے سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ اس سے پیشتر کہ ہم ان اصولوں پر بحث کریں اور ان کے باہمی ربط اور تعلق کی نشاندہی کریں۔ خطبۃ الوداع کا پورا متن دیا جاتا ہے جو کہ ابن ہشام کی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے۔[1]

---

[1] قال ابن اسحاق : ثم مضیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی حجہ فأری الناس مناسکھم، واعلمھم سنن حجھم، وخطب الناس خطبتہ التی بیّن فیھا ما بیّن فحمِد اللہ وأثنیٰ علیہ ثم قال : ایھا الناس اسمعوا قولی، فانی لا ادری لعلّی لا اَلقاکم بعد عامی ھذا بھذا الموقف ابداً، ایھا الناس، اِنّ دماءکم واموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمۃ یومکم ھذا۔ و کحرمۃ شھرکم ھذا۔ وانکم ستلقون ربکم فیسألکم عن اعمالکم، وقد بلّغت، فمن کانت عندہ أمانۃ فلیؤدِّھا الی من ائتمنہ علیھا، وإن کل ربًا موضوع ولکن لکم رؤس أموالکم لا تظلمون ولا تظلمون، قضی اللہ انہ (باقی اگلے صفحہ پر)

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کی غرض سے روانہ ہوئے۔ آپؐ نے لوگوں کو ان کے مناسک بتائے، حج سے متعلقہ سنن سمجھائے۔ اور آپؐ نے لوگوں سے خطاب کیا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

(گزشتہ صفحہ سے آگے) لاربا، وإن ربا عباس بن عبد المطلب موضوع كله، وإن كل دم كان في الجاهلية موضوع، وإن اول دمائكم أضع دم ابن ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب، وكان مسترضعا في بني ليث فقتلته هذيل، فهو أول ما أبدأ به من دماء الجاهلية، أما بعد، ايها الناس، فإن الشيطان قد يئس (من) ان يعبد بأرضكم هذه أبدا، ولكنه إن يطع فيما سوى ذلك فقد رضي به مما تحقرون من اعمالكم، فاحذروه على دينكم، ايها الناس، إن النسئ زيادة في الكفر يضل به الذين كفروا يحلونه عاماً و يحرمونه عاما ليواطؤا عدة ما حرم الله فيحلوا ما حرّم ويحرموا ما احل الله وان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والارض، وإن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهراً، منها أربعة حرم: ثلاثة متوالية ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان، أما بعد ايها الناس، فإن لكم على نسائكم حقا ولهن عليكم حقا، لكم عليهن ان لا يوطئن فرشكم احداً تكرهونه، وعليهن ان لا يأتين بفاحشة مبينة، فان فعلن فإن الله قد أذن لكم ان تهجروهن في المضاجع وتضربوهن ضربا غير مبرّح. فان انتهين فلهن رزقهن وكسوتهن بالمعروف، واستوصوا بالنساء خيراً فإنهن عندكم عوانٍ لا يملكن لانفسهن شيئاً، و انكم انما اخذتموهن بأمانة الله، و استحللتم فروجهن بكلمات الله فاعقلوا ايها الناس قولي، فإني قد بلّغت وقد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به فلن تضلوا ابداً أمراً بيّناً كتاب الله وسنة نبيه. ايها الناس اسمعوا قولي واعقلوه، تعلّمن ان كل مسلم اخ للمسلم، وان المسلمين إخوة. فلا يحل لامرئٍ من اخيه (باقی اگلے صفحہ پر)

"اے لوگو! میری بات سنو۔ مجھے معلوم نہیں، شائد اس سال کے بعد اس مقام پر تم سے پھر کبھی ملاقات نہ ہوسکے۔ اے لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال (قیامت تک کے لئے) اب تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن اور اس مہینے کی حرمت تمہارے لئے ہے اور بے شک تمہیں عنقریب اپنے رب سے ملنا ہے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا اور میں نے (اس کا پیغام) پہنچا دیا ہے۔ اس لئے جس شخص کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ امانت والے کو اسے واپس کر دے۔ تمام ربا ختم کیا جاتا ہے لیکن (قرض پر دی ہوئی) اصل رقمیں تمہاری ہیں۔ اس طرح نہ تم کسی پر ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ربا کو حرام قرار دیا ہے [1] بے شک عباس ابن عبدالمطلب کا ربا (جو زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کے ذمہ تھا) تمام کا تمام ختم کیا جاتا ہے۔

(گزشتہ صفحہ سے آگے) إلا ما أعطاه عن طيب نفس منه فلا تظلمنّ أنفسكم، اللهم هل بلّغت فذكر لي ان الناس قالوا: اللهم نعم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "اللهم اشهد"۔

ابن ہشام۔ سیرۃ النبی، المکتبۃ التجاریہ الکبریٰ قاہرہ۔ جلد ۴ ص ۲۷۵-۲۷۶

خطبے کی تفصیلات اور دوسری روایات کے لئے ملاحظہ ہو:

طبری: تاریخ الرسل والملوک۔ طبع بریل لیدن ۱۹۶۴، جلد ۴ ص ۱۷۵۳-۱۷۵۵

ابن سعد: کتاب الطبقات الکبری، طبع بریل لیدن ۱۳۲۵ ہجری جلد ۲ ص ۱۳۲-۱۳۳

محمد ابن عمر الواقدی: کتاب المغازی، تحقیق مارسدن جونس، طبع جامعہ آکسفورڈ ۱۹۶۶ء جلد ۳، ص ۱۱۰۳۔

بخاری: الجامع الصحیح: کتاب الحج

ابوداؤد سنن۔ طبع مصطفےٰ البابی الحلبی، قاہرہ ۱۳۷۱/۱۹۵۲ جلد ۱ ص ۴۴۲

[1] ربا کی تحریم مندرجہ ذیل قرآنی آیات میں آئی ہے:

سورۂ بقرہ: آیات ۲۷۵-۲۷۸ — سورۂ آل عمران: آیت ۱۳۰

سورۂ النساء: آیت ۱۶۱ — سورۂ الروم: آیت ۳۹

اور وہ تمام خون جو زمانۂ جاہلیت میں بہا ختم کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا خون جو میں ختم کرتا ہوں وہ (میرے رشتہ دار) (ایاس) ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا تھا، وہ بنولیث میں زیر پرورش تھے کہ بنوہذیل نے انہیں قتل کر دیا۔ سو جاہلیت کے خونوں میں سے یہ پہلا خون ہے جس کو میں ختم کرتا ہوں (اور اس کا کوئی انتقام نہیں چاہتا) امابعد۔ اے لوگو! بے شک شیطان اب اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ آئندہ کبھی اس زمین پر اس کی پرستش ہو گی لیکن اگر اس کی کہیں اطاعت ہوئی بھی تو وہ حقیر چیزوں میں ہو گی جس سے وہ راضی ہو جائے گا۔ اپنے دین کی حفاظت میں شیطان سے چوکنے رہو۔

اے لوگو! بے شک نسیٔ (حرمت کے مہینوں کو ملتوی کرنا) کفر میں زیادتی تھی۔ اس سے کفار گمراہ ہوتے تھے۔ وہ کسی سال تو اسے حلال قرار دیتے تھے اور کسی سال حرام تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حرمت کے زمانے کو تو پورا کریں اور اس طرح وہ اللہ نے جو حلال کیا تھا اس کو حرام اور جو حرام کیا تھا اس کو حلال قرار دیتے تھے اور بے شک وقت اپنی اس حالت پر آ گیا ہے جو کہ اس دن تھی جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں۔ تین مسلسل اور رجب (مضر) جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

امابعد، اے لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اور ان کا تم پر حق ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تم سے وفاداری کریں۔ کوئی کھلی بے حیائی کی بات نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کر گزریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان سے جنسی تعلق ختم کر دو اور انہیں ایسی ضرب دو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو۔ وہ باز آ جائیں تو انہیں ان کی خوراک اور لباس مروجہ دستور کے مطابق دیتے رہو۔ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ عورتوں کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرو، وہ تو بے چاری تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں۔ انہیں اپنے بُرے بھلے کا بھی اختیار نہیں ہے[1] تم نے ان کو خدا کے

---

[1] فإنهن عندكم عوان لا يملكن لأنفسهن شيئاً۔ یہاں عوان، عانیۃ کی جمع ہے یعنی قیدی عورتیں۔ ابن سیدہ کا قول ہے کہ العوانی کا لفظ عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

پیمان کے ساتھ اپنایا ہے اور ان کو اپنے اوپر خدا کے کلمات کے ساتھ حلال کیا ہے۔

اے لوگو! میری بات کو گرہ میں باندھ لو۔ میں نے خدا کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اور تمہارے درمیان میں بیّن اور واضح امر، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کو چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم مضبوطی سے اس پر قائم رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ اے لوگو! میری بات کو سنو اور گرہ میں باندھ لو۔ یہ جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں ہے، اِلّا یہ کہ وہ خود اسے اپنی مرضی سے اسے دے دے۔ پس اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔

اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔ لوگوں نے کہا۔ اے اللہ، بے شک۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ گواہ رہنا۔

تاریخ، سیرت اور حدیث کی کتابوں میں خطبۃ الوداع سے متعلق احادیث بعض اضافوں کے ساتھ بھی آئی ہیں۔ مسند امام احمد ابن حنبل میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔

اے لوگو۔ تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر (نسلی لحاظ سے) کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ نہ (رنگ کے اعتبار سے) گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر کوئی فوقیت ہے۔ فضیلت صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔۔۔"[1]

ابن سعد کی روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر مسلمانوں سے یہ بھی فرمایا: "اپنے غلاموں سے اچھا سلوک کرو۔"

(گزشتہ صفحہ سے آگے) اس لئے کہ بے چاری عورتوں پر ظلم ہوتا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جاتی (والعوانی النساء لانھن یظلمن فلا ینتصرون) ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت ۱۹۵۶/۱۳۷۶ جلد ۱۵، ص ۱۰۲۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبۃ میں عوان کا لفظ اس زمانے کی ایک حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ جواز کے طور پر کرنا یعنی عورتیں مردوں کی قیدی ہیں، صحیح نہیں۔

[1] مسند امام احمد ابن حنبل (قاہرہ ۱۳۱۳ہجری، جلد ۵، ص ۴۱۱)

"اے لوگو! تم نکٹے حبشی غلام کی بھی اطاعت کرو اگر اس کو تمہارا امیر بنایا گیا ہو بشرطیکہ وہ تم میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرے۔"

"اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو۔ ان کو وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور تم انہیں معاف نہ کرنا چاہو تو خدا کے ان بندوں کو بیچ ڈالو۔ ان پر سختی نہ کرو۔" [1]

یہ جامع خطبہ اسلامی معاشرت کے لئے تین نہایت اہم اور اساسی اصول فراہم کرتا ہے۔

۱۔ معاشی آزادی اور نظامِ ربا کا خاتمہ۔

۲۔ اخوت

۳۔ معاشرتی ذمّہ داری۔

معاشی آزادی اور اخوّت

اسلام کے نزدیک دولت کی پیداوار اور تقسیم، روزمرہ کی معاشی ضروریات و احتیاجات، کسبِ حلال، امانت اور وعدے کا پاس، غرضیکہ انسانوں کے باہمی معاشی تعلقات، وہ بنیادی اعمال ہیں جن کا معاشرت و اخلاق سے گہرا ربط ہے۔ ایسی معیشت جس میں ایک انسان دوسرے انسانوں کی ضرورت و محنت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے لئے سرمایہ اور دولت اکٹھی کر لیتا ہے جائز نہیں۔ اسلام نے ایسے استحصالی نظامِ معیشت کو ربا سے تعبیر کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ربا کا کاروبار عام تھا جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے ذمّہ ایک مدت کے لئے کوئی قرض ہوتا تھا۔ جب یہ مدت ختم ہو جاتی تو سرمایہ دار مقروض سے کہتا کہ وہ قرض ادا کرتا ہے یا سود کا معاملہ کرتا ہے۔ اگر وہ قرض ادا کر دیتا تو اپنی رقم لے لیتا۔ اگر وہ مہلت چاہتا تو اس پر سود بڑھا دیتا اور مدّت بھی بڑھا دیتا۔ [2]

---

[1] ابن سعد، کتاب الطبقات الکبری، جلد ۲، ص ۱۳۲-۱۳۳

[2] وحدثنی مالک عن زید بن اسلم، انہ قال کان الربا فی الجاهلية ان يكون للرجل على الرجل الحق الى اجل فاذا احل الاجل قال: أتقضي أم تربي؟ فإن قضى، اخذ۔ والا زاده في حقه۔ وأخّر عنه في الاجل

مالک ابن انس الموطا۔ تحقیق محمد فواد عبد الباقی۔ عیسیٰ البابی الحلبی، طبع قاہرہ ۱۳۷۰/۱۹۵۱ جلد ۲، ص ۶۷۲-۶۷۳

قرآن نے ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جاہلیت کا تمام ربا اور سودی کاروبار ختم کیا جاتا ہے۔ قرض پر دی ہوئی اصل رقمیں ہی واپس ہو سکتی ہیں۔ ان پر کوئی سود یا بڑھوتری اب نہیں لی جا سکتی۔ اس طرح نہ ظالموں کا کوئی طبقہ پیدا ہوگا اور نہ ہی مظلوموں کا۔ عباس ابن عبدالمطلب کا سودی کاروبار جاہلیت کے زمانہ میں بہت وسیع تھا۔ حضور پاکؐ نے ان کے تمام ربا کو ختم کر دیا۔[1]

درحقیقت معاشی انصاف، اخوت اور آزادی اسلامی اخلاقیات کا خاص موضوع ہیں۔ ایسا کاروبار اور لین دین جس میں ناانصافی اور دھوکے کا احتمال ہو جائز نہیں۔ امتِ مسلمہ کا اجتماعی ارتقاء مدینہ میں ایک باہم مربوط معاشرے کی صورت میں ہوا۔ اس معاشرے میں معاشی فوائد تمام مسلمانوں کے لئے یکساں تھے تاکہ امت مستحکم ہو کر اپنے اندرونی اور بیرونی اعداء سے پوری طرح نمٹ سکے۔ دولت کے وسائل کو مال المسلمین کا نام دیا گیا۔ لیکن اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ دولت کے تمام ذرائع اور پیداوار کے وسائل اجتماعی ملکیت کے حوالے کر دیئے گئے۔ اس وقت کے حالات میں ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ اس وقت وسائل پیداوار کی اجتماعی ملکیت کا تصور (آجکل کی سیاسی اصطلاح کے مطابق) موجود نہ تھا۔ اس کے باوجود ربا جیسے سودی کاروبار، مخابرت اور مزارعت جیسے استحصالی زرعی نظام کو ضرور ممنوع قرار دیا گیا۔[2]

---

[1] ابوداؤد سنن ج ۲، ص ۲۱۹

[2] احادیث کے تمام مجموعوں میں باب المزارعہ والمساقاۃ کے ذیل میں مخابرت اور مزارعت کی ممانعت کے متعلق تفصیلات موجود ہیں: حضرت جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "جو شخص مخابرہ کے عمل کو نہ چھوڑے اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے جنگ کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ (من لم یذر المخابرۃ فلیأذن بحرب من اللہ و رسولہ)

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا۔ زید ابن ثابتؓ سے پوچھا کہ مخابرہ کیا چیز ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ زمین کو نصف یا تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کسی (مزارع) کو کاشت کے لئے دینا۔ ابوداؤد سنن ج ۲، ص ۲۳۵

اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ربا اور مخابرت انسانی اخوت اور آزادی کے سراسر خلاف ہیں اُن دونوں نظاموں میں ایک انسان دوسروں کی ضرورت اور محنت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے معاشرے کی دولت پر قابض ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں سیاسی، ثقافتی، معاشی اور تعلیمی آسائشیں اور سہولتیں صرف چند خوش قسمت افراد کا مقدر بن جاتی ہیں۔ اس کے برعکس افلاس، جہالت اور تمام ثقافتی اور تہذیبی محرومیاں جو استحصالی نظاموں کا ثمرہ ہیں مظلوم اور محروم انسانوں کا مقدر بن جاتی ہیں۔ جب تک معاشرے کی دولت میں تمام افرادِ معاشرہ کو برابر کا شریک نہ کیا جائے۔ اور ان کی احتیاجات، بنیادی ضرورتوں اور آسائشوں کا خیال نہ رکھا جائے۔ اسلامی اخوت ایک بے معنی اور بے مقصد چیز بن کر رہ جاتی ہے۔ اخوت کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ نہ صرف یکسانیت' وحدت اور یگانگت کو مستحکم کیا جائے بلکہ معاشی ناانصافیوں، ظلم و جور، لوٹ کھسوٹ اور بدعنوانیوں کو ختم کر کے صحیح معنوں میں اتحاد اور اخوت قائم کی جائے تاکہ انسانوں میں معاشی تفاوت بڑھنے نہ پائے انما المومنون اخوۃ کوئی مابعد الطبیعاتی نظریہ نہیں ہے بلکہ ایک ٹھوس معاشرتی اور معاشی حقیقت ہے۔ اخوت، آزادی اور معاشرتی ذمہ داری وہ اصول ہیں جو مسلمان معاشرے کو باہم مربوط رکھتے ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ اور ارفع اقدار ہیں جن کے بغیر نہ کوئی معاشرہ پنپ سکتا ہے نہ کوئی تہذیب پروان چڑھ سکتی ہے اور نہ ہی افراد اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکتے ہیں۔

معاشرتی ذمہ داری

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جن اصولوں کی نشان دہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمائی ہے، ان میں سے کسی ایک اصول کا وجود دوسرے اصولوں کے بغیر ممکن نہیں۔ استحصالی معاشی نظام کو ختم کئے بغیر اخوت اور محبت محض واہمہ ہیں۔ اخوت و مساوات کی غیر موجودگی میں انسانی آزادی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس حالت میں آزادی اسی شخص یا جماعت کے لئے مفید ہوگی جس کے ہاتھ میں معاشی اور سیاسی طاقت ہو۔ معاشی لحاظ سے کمزور اور سیاسی اعتبار سے ضعیف انسانوں کے لئے آزادی زحمت ثابت ہوتی ہے اور جو افراد معاشی اور سیاسی لحاظ سے آزاد نہ ہوں ان میں معاشرتی ذمہ داری کا احساس پیدا نہیں ہو سکتا۔ بنیادی ضرورتوں سے محروم، تعلیم سے بے بہرہ، ثقافت و تہذیب سے ناآشنا انسان میں نہ سیاسی

شعور پیدا ہو سکتا ہے، نہ اسے اپنی شہری ذمہ داریوں، قومی تقاضوں اور اجتماعی مفادات اور دینی ضرورتوں کا احساس ہو سکتا ہے۔ یہی حال عورتوں کے حقوق کا ہے۔ کسی معاشرے کی ترقی کا اندازہ وہاں کی عورتوں کی سماجی حالت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ایک مظلوم اور بے بس انسان جسے بنیادی حقوق تک نہ ملے ہوں، جس کی ضروریات و احتیاجات تک پوری نہ ہوئی ہوں، آخر کار بے حس ہو جاتا ہے۔ یہ بے حسی اور سرد مہری بے شمار برائیوں کا باعث بنتی ہے۔ یہی بے حسی اور غیر ذمہ داری عورتوں سے بدسلوکی، فحاشی اور جنسی جرائم کی صورتوں میں نمودار ہوتی ہے۔ عورتیں معاشرے کی اساس ہوتی ہیں۔ نسلوں کی تعلیم و تربیت، ثقافت و تہذیب کی آبیاری انہیں کے ذریعے ہوتی ہے حضورؐ نے عورتوں سے بہتر سلوک کی خاص طور پر تلقین کی ہے سنن ابوداؤد میں یہ تلقین ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ "فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامانۃ اللہ..." یعنی عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر اپنایا ہے۔[1]

اسلام نے جس طرح نسلی امتیازات کو مٹایا ہے، اس کی مثال کسی دوسرے مذہب اور تہذیب میں نہیں ملتی۔ نہ عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ فضیلت اور برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے یعنی خدا تعالیٰ کا ڈر اور احساس ذمہ داری، اخوت، تقویٰ اور معاشرتی ذمہ داری وہ اصول ہیں جو مسلمان معاشرے کو دوسرے معاشروں سے ممیز کرتے ہیں۔ آجکل امریکہ، یورپ اور افریقہ میں نسل اور رنگ کے امتیازات کے نام پر انسانیت پر جو ظلم ہو رہا ہے، اس سے ہر باخبر انسان واقف ہے۔ مگر مسلمان معاشرے میں ایسے مصنوعی امتیازات کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

اس خطبہ کے اس مختصر سے جائزہ کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ معاشرتی و معاشی آزادی، اخوت اور ذمہ داری کے اصول اور ضوابط ہی ایک صالح معاشرے کی تشکیل کر سکتے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے ان اعلیٰ و ارفع اقدار کو اپنے خطبۂ مبارکہ میں حسن بلاغت کے ساتھ بیان کیا ہے انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپؐ نے جو نکتے پیش فرمائے ہیں وہ دراصل قرآن حکیم کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم (آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا) کی تفسیر ہے۔[2] [redacted]

---

[1] ابوداؤد سنن۔ ج ۱، ص ۲۴۲ [2] قرآن۔ سورۃ المائدہ: آیۃ ۴